© rasailojaraid.com

تحقیق وتنقید

ڈاکٹر پروفیسر حافظ محمد دین قاسمی

مذہبی پیشوائیت؛ مذہبِ پرویز کا ایک کھوٹا سکہ

پریسٹ ہڈ (Priesthood) یعنی 'مذہبی پیشوائیت' اپنی اصل حقیقت کے اعتبار سے اسلام کے علاوہ دیگر ادیان، مثلاً نصرانیت، ہندومت اور یہودیت کا تصور ہے۔ لیکن ہمارے 'مفکرِ قرآن' جناب چوہدری غلام احمد پرویز صاحب نے مذاہبِ باطلہ سے اس کا تخم لے کر، اسے سرزمین اسلام میں کاشت کیا، اور پھر اس کا ترجمہ 'مُـلّا اِزم' کرتے ہوئے علماے امت، محدثینِ کرام اور فقہاے عظام کو مطعون کرنے کا ذریعہ بنایا۔ خود طلوعِ اسلام میں اس بات کا بارہا اعتراف کیا گیا ہے کہ 'مذہبی پیشوائیت' نام کی کوئی چیز اسلام میں موجود نہیں ہے:

''اس مذہب (اسلام) میں نہ رسومات ہیں، نہ بت پرستی، نہ پیشہ ور مقتدایانِ مذہب ہیں، اور نہ کوئی ایسا دینی راہنما جو گناہ اور معصیت سے مبرا ہو۔ یہاں کوئی مجلس بھی مسیحیت کی طرح، چرچ کونسل کی مانند نہیں جو اختلافات ونزاعات کا فیصلہ کرے۔''①

'مفکرِ قرآن' صاحب کو یہ بات بھی مسلّم تھی کہ

''جس نظام کی تشکیل محمد رسول اللہ والذین معه کے مقدس ہاتھوں سے ہوئی تھی، اس میں مذہبی پیشواؤں کا نشان تک دکھائی نہیں دیتا۔''②

پریسٹ ہڈ یا تھیا کریسی (Theocracy) اصلاً عیسائیت کا تصور ہے، جس نے اسے ایک نظام اور ادارے کے طور پر اختیار کر رکھا تھا، بقولِ پرویز:

''تھیا کریسی کا تصور تو پرانا ہے، لیکن اسے بطور نظامِ حکومت، عیسائی کلیسا (چرچ) نے یورپ میں رائج کیا ہے۔''③

ایک اور مقام پر تھیا کریسی کو عیسائیت کا تصور قرار دیتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ

---

① طلوع اسلام، اپریل، مئی ۱۹۵۸ء، ص ۶۰
② طلوع اسلام، دسمبر ۱۹۵۷ء، ص ۷
③ طلوع اسلام، دسمبر ۱۹۸۰ء، ص ۶۱

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

''ازمنہ متوسطہ میں ایک اندازِ حکومت ظہور میں آیا تھا جسے تھیاکریسی کہتے ہیں۔ اس طرزِ حکومت میں اقتدارِ اعلیٰ مذہبی پیشواؤں کے ہاتھ میں رہتا تھا جو خدا کے نام پر لوگوں سے اپنی اطاعت کراتے تھے۔ جب یورپ ان خدائی فوجداروں سے تنگ آ گیا تو وہاں (اس طرزِ حکومت کے خلاف) ایک جدید اندازِ حکومت وضع ہوا جس میں مذہبی پیشواؤں کا عمل دخل نہ تھا۔ اس اندازِ حکومت کو سیکولر کی اصطلاح سے تعبیر کیا گیا۔'' [۴]

عیسائیت سے قبل یہودیت میں بھی یہ تصور موجود تھا۔ چنانچہ پرویز صاحب لکھتے ہیں:

''سامی مذاہب میں مُـلّا ازم یہودیت ہی کی تخلیق ہے۔'' [۵]

طلوعِ اسلام، جون ۱۹۶۶ء کے صفحہ نمبر ۱۰ پر واقع اقتباس میں اس تصور کو ہندومت کا تصور بھی قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ آگے چل کر واضح ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ 'مفکرِ قرآن' صاحب کو 'ملا ازم'، 'مذہبی پیشوائیت'، 'تھیاکریسی' یا 'پریسٹ ہڈ' کا یہ کھوٹا سکہ اَدیانِ باطلہ سے لے کر بازارِ اسلام میں کیوں لانا پڑا؟ اس سوال پر آپ جتنا بھی غور فرمائیں گے، اسی قدر آپ پر یہ حقیقت نمایاں ہوتی چلی جائے گی کہ 'مفکرِ قرآن' صاحب کے تصورِ اسلام اور علماے اُمت کے تصورِ اسلام میں مشرق و مغرب کا سا بعد پایا جاتا ہے۔ علماے کرام کا تصورِ اسلام، قرآن وسنت پر مبنی ہے اور محمد رسول اللہ والذین معہ کے عہدِ مبارک سے لے کر اب تک سلف وخلف اسی امر پر متفق ومتحد رہے ہیں کہ اسلام کا سرچشمہ قرآن وحدیث (کتاب وسنت) ہیں لیکن ہمارے 'مفکر قرآن' صاحب کا تصورِ اسلام پاکستان بن جانے کے بعد صرف اور صرف قرآنِ کریم پر ہی اساس پذیر ہے۔ پھر اس پر یہ ستم ظریفی بھی مستزاد ہے کہ قرآن کا نام لے کر وہ جس 'انقلابی اسلام' کو پیش کرتے ہیں، اس کے جملہ اجزا یا تو مغرب کی بے حیا معاشرت میں پائے جاتے ہیں یا پھر اشتراکیت کے معاشی نظام میں۔ مثال کے طور پر وہ جس قرآنی نظام کی طرف دعوت دیتے ہیں، اس کے نمایاں خدوخال مندرجہ ذیل ہیں:

① حجاب ونقاب کی مخالفت کرنا

② تعددِ ازواج کو معیوب قرار دینا

---

④ طلوعِ اسلام، جولائی ۱۹۵۹ء، ص ۳۷
⑤ طلوعِ اسلام، ستمبر ۱۹۵۳ء، ص ۶۳

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

③ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ پر عورت کے عمل کرنے کو، حبسِ بے جا قرار دینا

④ خواتینِ خانہ کو گھر سے نکال کر مردانہ کارگاہوں میں لاکھڑا کرنا

⑤ خانگی زندگی کے فطری وظائف سے منحرف کرکے، مستورات کو مردانہ مناصب پر براجمان کرنا۔

⑥ مخلوط سوسائٹی کی حمایت کرنا

⑦ مخلوط تعلیم کو جائز قرار دینا

⑧ مرد و زَن میں مغربی طرز کی مطلق مساوات کو قائم کرنا، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر اَفضلیتِ اُناث کا نظریہ پیش کرنا

⑨ عقائدِ اسلام میں کمی وبیشی کرتے ہوئے صرف 'پانچ' کی تعداد ہی کو پیش نظر رکھنا

⑩ اشتراکیت کے اقتصادی نظام کو قرآن کے جعلی پرمٹ پر درآمد کرنا

تلــك عشـــرة كـــاملـــة

سنتِ رسولؐ کی سندیت اور حدیثِ نبویؐ کی حجیت سے انکار کرتے ہوئے 'مفکرِ قرآن' صاحب نے بڑی جاں سوز مشقت، جگر پاش محنت، جاں گسل کاوش کے ساتھ قرآنِ کریم سے وہ 'انقلابی اسلام' ڈھونڈ ڈالا جس کے مندرجہ بالا اجزا سرمایہ دارانہ تہذیب اور اشترا کی تمدن میں ــــ بغیر کسی قرآن کے ــــ پہلے سے موجود ہیں۔ 'مفکرِ قرآن' صاحب کے نزدیک یہی 'قرآنی دین' اور 'انقلابی اسلام' ہے۔ رہا قرآن وسنت پر مبنی وہ اسلام جو بعثتِ نبویؐ سے لے کر آج تک اُمتِ مسلمہ کے سلف و خلف پیش کرتے رہے ہیں تو وہ ہمارے 'مفکر قرآن' صاحب کے نزدیک ایک 'پامال شدہ، دقیانوسی اور عجمی اسلام' ہے۔ جو نہ تو 'عقل و فکر کے تقاضوں' کو پورا کرتا ہے اور نہ ہی اس میں 'ندرتِ نگاہ اور جدتِ فکر' کا کوئی شائبہ پایا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ قرآن وسنت کی اساس پر اسلام کو پیش کرنے والا عالم دین خواہ قدیم و جدید علوم پر کتنی ہی دسترس رکھتا ہو، پرویز صاحب کے نزدیک وہ پرانا اور دقیانوسی اسلام ہی پیش کرتا ہے۔ چنانچہ وہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے متعلق یوں گوہرافشانی فرماتے ہیں:

''مودودی صاحب کے پاس کوئی نئی چیز پیش کرنے کو نہیں ہوتی۔ اُنہیں نہ جدتِ فکر نصیب

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

ہوئی ہے اور نہ ندرتِ نگاہ۔ ان کے پاس وہی فرسودہ مال ہوتا ہے جو ہمارے ہاں صدیوں سے چلا آرہا ہے۔''⑥

اگر مولانا مودودیؒ اشتراکیت سے اقتصادی نظام کی بھیک مانگ کر اور مغرب کے حیا سوز تمدن سے معاشرتی طور طریقوں کی خیرات لے کر قرآنی کشکول میں پیش کر ڈالتے تو یقیناً اُن کا یہ عمل اس بات کا ثبوت قرار پاتا کہ اُنہیں 'جدتِ فکر' بھی نصیب ہوئی ہے اور 'ندرتِ نگاہ' بھی۔ چونکہ دورِ حاضر میں گداگر کا کردار ادا کرتے ہوئے غیروں کی ذہنی غلامی اور فکری اسیری میں مبتلا ہوکر خود 'مفکرِ قرآن' نے جو کچھ پیش کیا ہے، وہ ان کی 'جدتِ فکر اور ندرتِ نگاہ' کی بھی دلیل ہے، اس لئے وہ 'مُـلَّا' کے اسلام پر ایک اعتراض یہ بھی کرتے ہیں کہ

''ہمارا قدامت پرست طبقہ جو کچھ مذہب کے نام پر پیش کرتا ہے، اس میں اس کی صلاحیت ہی نہیں کہ وہ علم وبصیرت کی کسوٹی پر پورا اُترے اور عقل وفکر کے تقاضوں کو پورا کرسکے۔''⑦

اب ظاہر ہے کہ جس 'مفکرِ قرآن' کی ـــ جان بھی گروِ غیر، بدن بھی گروِ غیر ہو ـــ دل ودماغ بھی اغیار کی فکری غلامی میں اس حد تک مبتلا ہو کہ وہ اگر دیکھتا بھی ہے تو اَغیار کی آنکھوں سے، سنتا بھی ہے تو ان کے کانوں سے، سوچتا بھی ہے تو ان کے دماغ سے۔ وہ غالب اقوام کے ہر نظریہ، مسلک یا نظام کو عرشِ مُعلّٰی سے نازل شدہ سمجھتا ہے اور اس کی تقلید کو اپنے لئے موجب ہزار فخر و مباہات قرار دیتا ہے اور تہذیبِ غالب کے علمبردار جب اپنی چچوڑی ہوئی ہڈیاں اس کی طرف پھینکتے ہیں تو وہ اُنہیں لپک کر اُٹھاتا اور خوانِ نعمت سمجھتا ہے۔ پھر جب ان کی اندھی تقلید میں، ان ہی کی معاشرتی عادات واطوار کو اشتراکیت کے اقتصادی نظام کے ساتھ پیوند کاری کرتے ہوئے پیش کرتا ہے تو وہ اس پر پھولے نہیں سماتا کہ اس کا پیش کردہ 'قرآنی اسلام' علم وبصیرت کی کسوٹی پر پورا اُترتا ہے اور 'عقل وفکر کے تقاضوں کو بھی پورا کرتا' ہے اور اس پر مطمئن اور آسودہ خاطر ہوجاتا ہے کہ اس کی اس حرکت سے ماشاء اللہ نئی نسل کو 'قرآن کی تعبیر نو' کا حق بھی حاصل ہوجاتا ہے۔

---

⑥ طلوعِ اسلام، مارچ ۱۹۵۴ء، ص ۵۲

⑦ طلوعِ اسلام، اگست ۱۹۸۰ء، ص ۳

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

عجمی اور 'قرآنی' اسلام

الغرض علماے کرام تو یقیناً وہی صدیوں پرانا دین اسلام پیش کررہے ہیں جو محمد رسول اللہ والذین معہ کے ہاتھوں سے اُمت کو ملا ہے۔ لیکن چونکہ پاکستان بننے کے بعد خود 'مفکر قرآن' ہی کی سمتِ قبلہ (بظاہر) تبدیل ہوچکی ہے اور ان کا زاویۂ نظر اور اس کے ساتھ ہی نگاہوں کا نقطۂ ماسکہ بدل چکا ہے، اس لئے علماے کرام کا اسلام، اب اُنہیں 'عجمی اسلام' دکھائی دیتا ہے اور مغربی معاشرت کے خدوخال کے ساتھ اشتراکیت کی پیوندکاری کے نتیجہ میں جو کچھ وہ پیش کرتے ہیں، وہ اُنہیں 'قرآنی اسلام' نظر آتا ہے۔ پھر اس 'عجمی اسلام' کے متعلق کبھی ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ وہ دورِ نزولِ قرآن سے پہلے کا وہ مذہب ہے جو اہل کتاب اختیار کئے ہوئے تھے:

> ''آج جو اسلام دنیا میں مروج ہے، وہ زمانۂ قبل از قرآن مذہب ہوتو ہو، قرآنی دین سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔''[8]

اور کبھی ہمیں یہ باور کروایا جاتا ہے کہ 'عجمی اسلام' دورِ نزولِ قرآن کے بہت بعد، ایرانیوں کی شکست کے بعد ان کی انتقامی سازش کا نتیجہ ہے:

> ''اُنہوں (ایرانیوں) نے اُن عربوں سے شکست کھائی تھی، جنہیں وہ ابھی کل تک وحشی اور جنگلی شمار کیا کرتے تھے اور شکست بھی ایسی جس سے ان کی اس قدر وسیع سلطنت اور ایسی قدیم تہذیب کا خاتمہ ہوگیا۔ وہ ہونے کو تو مسلمان (یعنی اسلامی سلطنت کے فرمانبردار) ہوگئے، لیکن اس شکست اور محکومی کا احساس ان کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا، اور اپنے حریف عربوں کی شان و شوکت کے منظر سے ان کے سینے میں انتقام کی آگ بھڑک اُٹھتی تھی۔ اُنہوں نے یہ انتقام دو طرح سے لیا: ایک تو بساطِ سیاست پر، جہاں اُنہوں نے اپنی ریشہ دوانیوں سے اُمتِ واحدہ کے ٹکڑے ٹکڑے کردیے اور دوسرے مذہب کے میدان میں۔''[9]

دو اسلام

بہرحال پاکستان جو اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا، اس میں جب نفاذِ اسلام کی

---

⑧ طلوعِ اسلام، مئی جون ۱۹۶۲ء، ص ۱۵۹ ⑨ طلوعِ اسلام، جنوری ۱۹۵۹ء، ص ۲۹

© rasailojaraid.com

نوبت آئی تو 'دو اسلام' آمنے سامنے آ گئے۔ ایک وہ جو قرآن و سنت پر مبنی تھا اور جو چودہ صدیوں سے سلف تا خلف تواتر کے ساتھ ہم تک پہنچا۔ اس اسلام کو 'مفکرِ قرآن' صاحب نے اس 'عجمی سازش' کا نتیجہ قرار دیا جو (بزعم پرویز صاحب) صدیوں پہلے اس وقت واقع ہوئی تھی، جب نہ ہم ہی موجود تھے اور نہ ہی پرویز صاحب۔ تاکہ صدیوں پہلے ہونے والی اس مزعومہ 'عجمی سازش' کے خلاف ان کے بہ تکرار و اِعادہ برپا کئے ہوئے شوروشغب اور تحریری وتقریری پراپیگنڈے کے نتیجہ میں وہ 'عربی سازش' چھپ جائے جو بٹالہ کے خالص 'عرب علاقے' میں پیدا ہونے والے اس 'مفکرِ قرآن' نے کی ہے، جس نے ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے قرآن کے نام پر مغربی معاشرت اور اشتراکی معیشت کا ملغوبہ تیار کر ڈالا۔ یہ وہ دوسرا اسلام تھا جو 'عجمی اسلام' کے مقابلہ میں 'خالص عربی اسلام' تھا۔ آخر یہ کیسے ممکن تھا کہ علماے کرام آنکھوں سے دیکھتے، اس مکھی کو نگل لیتے اور قرآن کے نام پر کی جانے والی اس بدترین تحریف کو ٹھنڈے پیٹوں گوارا کر لیتے۔ علماے کرام اور پرویز صاحب کے درمیان کشمکش کا واقع ہونا ناگزیر تھا۔ چنانچہ یہ کشمکش واقع ہوئی اور 'مفکرِ قرآن' نے اس میں مخالفتِ علما کو 'طلوع اسلام کی حقیقت آفریں آواز' کی مخالفت قرار دیا:

''طلوعِ اسلام کی یہی وہ حقیقت آفریں آواز تھی جس کے جرم میں اسے مذہبی اِجارہ داروں کے عتاب کا شکار بننا پڑا۔''[10]

اور ایک دوسرے مقام پر یہ فرماتے ہیں:

''...اور اس کے ساتھ دیکھئے کہ اس (طلوعِ اسلام) کی زندگی میں کوئی وقت ایسا آیا ہے جب عصا بردارانِ شریعت، اس کے پیچھے لٹھ لئے نہ پھر رہے ہوں؟ ...کوئی محراب ومنبر بھی ایسا ہے (الا ماشاء اللہ) جو اس کے خلاف دشنام طرازیوں کی نشرگاہ نہ بن رہا ہو اور عباؤں اور قباؤں پر مشتمل کوئی مجمع بھی ایسا ہے جہاں اس کے خلاف محاذ بنانے کی تدابیر، خود ان کے لئے غارت گرِ سکون و اطمینان اور ان کے مقلدین ومتبعین کے لئے وجہ حصولِ جنت نہ قرار پا رہی ہو۔''[11]

---

(10) طلوع اسلام، جولائی ۱۹۵۹ء، ص ۲۷
(11) مقام حدیث: ج ۲/ ص ۳۸۴

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.co

صرف علما ہی نعل در آتش کیوں؟

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس 'خالص قرآنی دعوت' سے صرف 'عصا بردارانِ شریعت' ہی کیوں نعل در آتش ہیں؟ محض واعظانِ محراب و منبر ہی کیوں سیخ پا ہیں؟ فقط 'عباؤں اور قباؤں پر مشتمل مجمع' ہی کیوں لٹھ لئے پھر رہا ہے؟ تنہا 'مذہبی اجارہ دار' ہی کیوں 'عتاب نازل کرنے' پر اُتر آئے؟ آخر یہ کیسی 'قرآنی دعوت' ہے جس پر اربابِ اقتدار کو نہ صرف یہ کہ کوئی پریشانی لاحق نہیں ہے بلکہ وہ اس پر راضی بھی ہیں۔ قرآن کی تاریخ تو یہ بتاتی ہے کہ جب بھی آوازۂ قرآن اُٹھا، اس کی سب سے پہلی مخالفت 'اربابِ اقتدار' ہی کی طرف سے ہوئی۔ طاغوت کو اس میں اپنی موت نظر آئی۔ نمرودیت نے اس آواز کو کچل ڈالنے کی ٹھانی۔ فرعونیت اسی آواز پر لرزہ براندام ہوئی۔ لیکن یہ کیسی 'خالص قرآنی دعوت' ہے جس کو وقت کی طاغوتی طاقتیں ٹھنڈے پیٹوں گوارا کر رہی ہیں۔ عصر حاضر کے فراعنہ نہ صرف یہ کہ اس دعوت سے خائف نہیں ہیں بلکہ اس سے راضی بھی ہیں۔ نماردۂ عصر رواں اس کو سنتے ہیں اور اپنے دلوں میں اس کے خلاف کسی ادنیٰ سی چبھن، ہلکی سی خلش، خفیف سی تشویش اور معمولی سا اضطراب تک بھی محسوس نہیں کرتے بلکہ دامے، درمے، قدمے، سخنے، درپردہ اس کی حمایت کرتے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ اس 'خالص قرآنی دعوت' دینے والوں پر نہ کبھی زمین تنگ ہوئی، نہ اُنہیں اس دعوت کی خاطر ترکِ وطن کرنا پڑا۔ نہ اُن کے راستے میں کبھی شعبِ ابی طالب کی گھاٹی آئی، نہ کبھی پیروانِ 'دعوتِ قرآنی' کو قید و بند کے مصائب کا شکار ہونا پڑا۔ نہ کبھی پھانسی کی رسی ان کی گردن تک پہنچی۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ یہ 'خالص قرآنی دعوت' اپنے علمبردار 'مفکر قرآن' کو نظامِ باطل کی چاکری اور خدمتِ طاغوت کے ذریعہ 'رزقِ حلال' کا بھی درس دیتی رہی ہے۔

یہ صورتِ حال اس امر کو واضح کرڈالتی ہے کہ حقیقت وہ نہیں جسے ظاہر کیا جاتا ہے۔ اگر واقعی یہ 'خالص قرآنی دعوت' ہوتی تو اَسود و اَحمر، اسے مٹا ڈالنے پر تُل جاتے۔ فرعون و نمرود اپنے لاؤلشکروں کے ساتھ اس کا تعاقب کرتے۔ طاغوتی طاقتیں اس 'دعوتِ حق' اور اس کے

© rasailojaraid.com

علمبرداروں کو کچل ڈالنے کے لئے اپنے جملہ ذرائع و وسائل جھونک دیتیں اور دنیا کا ہر باطل اقتدار اس کا گلا گھونٹ دینے سے کم کسی بات پر راضی نہ ہوتا لیکن دیکھا یہ جارہا ہے کہ باطل اقتدار اور طاغوتی طاقتیں اس 'قرآنی دعوت' کو اپنے استحکام کا ذریعہ جانتے ہوئے درپردہ اس کی حمایت پر کمربستہ ہیں۔

آخر کیا وجہ ہے کہ عالم اسلام کے علما اس 'خالص قرآنی دعوت' کے علمبردار پر کفر کے فتوے عائد کررہے ہیں اور خالص کفر کے علمبردار نہ صرف یہ کہ 'مفکرِ قرآن' کی تعریف وتحسین کرتے ہوئے اُنہیں خراجِ تہنیت اور گل ہائے عقیدت پیش کرتے ہیں بلکہ وہ ایسی کتابیں بھی لکھ رہے ہیں جو اس 'خالص قرآنی دعوت' کو دنیا کے دور دراز گوشوں تک متعارف کرانے کا موجب بن چکی ہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: 'جناب غلام احمد پرویز، اپنے الفاظ کے آئینے میں')

بہرحال علماے کرام نے وقار ومتانت، شائستگی وسنجیدگی اور دلیل و برہان کے ساتھ پرویز صاحب کی مخالفت کی لیکن خود اُنہوں نے جوابی مخالفت میں جو اسلحہ استعمال کئے، وہ سب وشتم، دشنام طرازیوں، افترا پردازیوں، تہمت تراشیوں، بہتان طرازیوں اور کذب بیانیوں کے اسلحہ تھے جس پر میری متذکرہ بالا کتاب کا ایک ایک لفظ شاہد ہے۔

مخالفتِ علما میں پرویزی حیلے

چونکہ 'مفکر قرآن' کا تصورِ اسلام علماے کرام کے تصورِ اسلام سے نہ صرف مختلف بلکہ متضاد بھی تھا، اس لئے اُنہوں نے علماے کرام کی مخالفت کے لئے ایک ایسی ٹیکنیک اختیار کی جس کے دو پہلو تھے۔ ایک یہ کہ علما حضرات کو خوب کثرت سے نشانہ بنایا جائے۔ اس مقصد کے لئے اُنہوں نے مُلا کا لیبل تراشا اور سارے جہاں کی نفرتوں کو اسی لفظ میں سمیٹتے ہوئے ہر اس عالم دین پر اس لیبل کو چپکا دیا جو قرآن وسنت کا داعی تھا۔

پرویزی مخالفتِ علما کا دوسرا پہلو یہ تھا کہ قرآن وسنت پر مبنی اسلام کو اُس معیار پر پرکھا جائے جو تہذیبِ مغرب نے اس کے لئے طے کررکھا ہے اور ساتھ ہی حدیث وسنت کو بھی نشانہ بنا کر اسے مشکوک قرار دیتے ہوئے ساقط الاعتبار ٹھہرایا جائے۔

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

جہاں تک پہلے کا تعلق ہے، 'مفکر قرآن' نے لیبل تراشی کرتے ہوئے لفظ 'ملا' کا پیکر ان الفاظ میں پیش کیا ہے:

① 'ملا' کے پیکر کا خمیر ہی نفرت اور خوف سے مرکب ہوتا ہے اور یہ خصوصیت مسلمانوں کے 'ملا' ہی کی نہیں، بلکہ دنیا کے ہر مذہب کے 'ملا' کی ہی خصوصیت ہوتی ہے۔ ⑫

② 'ملا' کے پاس نہ علم ہوتا ہے، نہ بصیرت؛ نہ دلائل ہوتے ہیں، نہ براہین۔ ⑬

③ حقیقت یہ ہے کہ یہ حضرات قرآن سے قطعاً نابلد ہوتے ہیں اور جس چیز کو یہ قرآن کہہ کر پیش کرتے ہیں، اس میں قرآن کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ ⑭

④ یہ لوگ قرآن کے عملاً منکر ہوتے ہیں۔ ⑮

⑤ قرآن 'ملا' کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا۔ ⑯

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے بارے میں 'مفکرِ قرآن' صاحب کا خاص طور پر یہ اعلان تھا:

''پاکستان میں ملائیت کے منظم ادارے کے سرخیل سید ابوالاعلیٰ مودودی ہیں۔'' ⑰

لیکن ع یہی دلسوز ہے جو رہ چکا ہے دل نشین برسوں

انہی سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کے متعلق کبھی طلوعِ اسلام نے بقلم پرویز یہ بھی لکھا تھا:

''خدا تعالیٰ نے مولانا موصوف کو اس زمانہ میں اسلام کی خدمت اور ملتِ کی تجدید کے لئے بہرۂ وافر عطا فرمایا ہے اور وہ شرحِ صدر، وہ اسلامی بصیرت اور تفقہ فی الدین دیا ہے جو مغربی الحاد کے دور میں ہر چیز کا صحیح اِدراک کر کے قرآنِ کریم کی روشنی میں ہر مرض کا تریاق مہیا کرتا ہے۔ 'ترجمان القرآن' کا موضوع قرآنِ حکیم ہے۔ ایک طرف وہ قرآن حکیم کی روشنی میں تاریک دلوں کو منور کر رہا ہے اور دوسری طرف فرنگی اور مغربی الحاد کے خلاف مسلسل جہاد کر کے مغربی فلسفہ کا رعب دلوں سے نکال رہا ہے۔ قرآنِ حکیم کو منشاے الٰہی کے مطابق صحیح سمجھنا، صحیح اُصولوں پر اس کی نشر واشاعت کرنا، اسلام کے خلاف باطل سرچشموں کا پتہ لگانا اور اُن کو عقل سلیم کی حجت سے بند کرنا، اسلام کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی مخالفت سے مرعوب نہ ہونا،

⑫ طلوع اسلام، مارچ ۱۹۶۷ء، ص ۱۳
⑬ طلوع اسلام ۵ فروری ۱۹۵۵ء، ص ۴
⑭ طلوع اسلام، جون ۱۹۵۶ء، ص ۶
⑮ طلوع اسلام، فروری ۱۹۵۳ء، ص ۱۰
⑯ طلوع اسلام، اکتوبر ۱۹۵۲ء، ص ۳۲
⑰ طلوع اسلام، فروری ۱۹۵۳ء، ص ۱۵

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

ذہنیتوں میں یکسر انقلاب پیدا کر دینا اور وقت کی مناسبت سے جملہ مشکلات کا حل قرآنِ کریم سے پیش کرنا وغیرہ، وہ خصوصیات ہیں جو بحمداللہ رسالہ 'ترجمان القرآن' کو حاصل ہیں۔ ہندوستان میں آج کل سیاست کے نام سے جو گمراہی پھیلائی جارہی ہے، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اس سے غافل نہیں ہیں اور کتاب وسنت کی روشنی میں مسلمانوں کی سیاسی راہنمائی بھی فرما رہے ہیں۔''[18]

امر واقعہ یہ ہے کہ مولانا مودودیؒ کی نظر اپنی وسعتِ مطالعہ کے لحاظ سے جدید و قدیم پر حاوی تھی۔ ان ہی خوبیوں اور کمالات کے باعث وہ ایک ایسی نمایاں اور قد آور ہستی تھے جو اُنہیں ممتاز و ممیّز کیے ہوئے تھی۔ ان فضائل و کمالات کا پاکستان بننے سے قبل پرویز صاحب کو بھی اعتراف تھا لیکن قیامِ پاکستان کے بعد جب اُنہوں نے نیا اسلام وضع کیا اور مولانا مودودیؒ سے اس نوساختہ اسلام کے انکار کا جرم سرزد ہوا تو 'مفکرِ قرآن' ان کے شرف و امتیاز کو خاک میں ملانے کے لئے یہ کہنے لگے :

''حقیقت یہ ہے کہ مولوی نہ کسی شخص کا خطاب ہے اور نہ کسی زمانہ سے مختص۔ یہ ایک ذہنیت ہے۔ پرانا مولوی جو کچھ کہے گا اور کرے گا، ماڈرن مولوی اس سے بہتر مظاہرہ نہیں کرسکتا۔ البتہ اس کے ہاں انگریزی کے بعض الفاظ کا استعمال ہوگا۔''[19]

''بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ یہ ذہنیت جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، پرانی وضع کے ملاؤں کی ہے، نئے دور کے 'علماے کرام' اس قسم کے نہیں ہیں، لیکن قدیم و جدید کی یہ تمیز محض ان کی خوش فہمی ہے۔ مُـلّا مُـلّا ہی رہتا ہے، خواہ وہ دورِ قدیم کا ہو یا عصر جدید کا۔ اصل چیز وہ قوت ہے جو مذہب کے نام سے اُسے حاصل ہوتی ہے۔''[20]

اور یہ 'ماڈرن مولوی' اور مُـلّا کا لقب تو مولانا مودودیؒ کی بابت تھا، اب ان کی جماعت (جماعت اسلامی) کے متعلق بھی ان کا فتویٰ ملاحظہ فرمایئے :

''ان (حکمرانوں) میں ایسے تھے جو جانتے تھے کہ صحیح اسلام کیا ہے؟ لیکن وہ ملا کے پراپیگنڈے سے ڈرتے تھے، اس لئے اسے کھلے بندوں، زبان پر یا عمل میں لانے کی جرأت نہیں کرتے تھے۔ مُـلّا سے اس ضمن میں بنیادی طور پر مراد جماعتِ اسلامی ہے۔''[21]

---

(18) طلوع اسلام، جولائی ۱۹۳۸ء، ص ۳۷
(19) طلوع اسلام، مئی ۱۹۵۰ء، ص ۲۹
(20) طلوع اسلام، نومبر ۱۹۵۱ء، ص ۳۷
(21) طلوع اسلام، مئی ۱۹۷۳ء، ص ۸

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

مولانا مودودیؒ اوران کی جماعت پر 'ملا' کا لیبل لگا دینے کے بعد 'مفکر قرآن' صاحب، جماعت اسلامی سے وابستہ افراد اور ان کے اندازِ تحریر اور اُسلوبِ نگارش کو بایں الفاظ نشانہ بناتے ہیں:

''ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو اگرچہ تعلیم یافتہ کہلاتا ہے،لیکن ابتدائی تعلیم وتربیت اور ماحول کے اثرات اور اپنی فکری صلاحیتوں کے فقدان کے باعث مذہب کے معاملہ میں بالکل عوام جیسا ہے۔ یہ وہ طبقہ ہے جس کا ظاہر ماڈرن ہے،لیکن باطن، اسی دقیانوسی ملائیت کا حامل ... یہ جماعت، دقیانوسی ملائیت کی پیکر ہے لیکن اُنہوں نے اُسلوبِ نگارش ماڈرن رنگ کا اختیار کررکھا ہے۔ چنانچہ یہ طریق پرانے مولویانہ طریق سے مختلف ہے۔ اس لئے یہ لوگ محض اُسلوبِ بیاں اورطریق استدلال کے فرق کی بنا پر یہ خیال (Impression) عام کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کا پیش کردہ مذہب ملائیت سے مختلف ہے۔اس سے وہ تعلیم یافتہ طبقہ یعنی سوٹ پہننے والا ملا ان کا ہم نوا ہوجاتا ہے کیونکہ اس سے ان کی ظاہری ماڈرنزم بھی قائم رہ جاتی ہے اورقلبی ملائیت کی بھی تسکین ہوجاتی ہے۔''[۲۲]

اس سے دو باتیں بالکل واضح ہیں:

① جاہلی عصبیت

اوّلاً ــــ یہ کہ 'مفکر قرآن' صاحب کے نزدیک مُــلّا ہر وہ شخص ہے جو ان کے فکر کو قبول نہیں کرتا، قطع نظر اس کے کہ وہ جدید تعلیم یافتہ ہے یا نہیں۔ وہ اپنی فکر سے بیگانہ افراد کو خواہ ان کا اُسلوبِ تحریر جدید انداز کا ہو یا قدیم، اس خودساختہ لیبل کا مستحق گردانتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ہراس شخص کو جواُن کا فکر نہیں اپناتا، اُنہیں اس لیبل کے تحت تضحیک واستہزا اور توہین کا نشانہ بنایا جائے۔ اس کے برعکس ہر وہ شخص مُــلّا نہیں ہے جو قرآن کے نام پر ان کے خود ساختہ دین کو قبول کئے ہوئے ہے۔ خواہ وہ جدید تعلیم پائے ہو یا قدیم۔ یہ وہی ٹریڈ یونین ازم ہے جس کے تحت وہ قرآن کے نام کی آڑ میں جاہلانہ عصبیت کا شکار ہیں اور اپنے گروہ سے باہر ہرفرد کو مُــلّا گردانتے ہوئے کشتنی وسوختنی قرار دیتے ہیں۔

---

[۲۲] طلوع اسلام، اگست وستمبر ۱۹۵۲ء، ص ۱۳

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

۲ 'کرو خود، مگر الزام دوسروں پر لگاؤ'

ثانیاً۔۔۔ یہ کہ اپنے مخالفین کے لئے لیبل تراش کر اس کے تحت اِنہیں مطعون کرنا خود 'مفکر قرآن' (اور منکرین حدیث) کی وہ قبیح حرکت ہے جسے بہتاناً وہ اپنے فکری حریفوں کی طرف منسوب کردیتے ہیں۔ 'کرو خود، مگر الزام دوسروں پر لگاؤ' کا رویہ اپنانا، 'مفکرِ قرآن' کی ایک مستمر پالیسی تھی* تاکہ ان کی اپنی ایسی عادت چھپی رہے اور لوگوں کی توجہ اس شخص کی طرف مبذول ہوجائے جس کی طرف وہ اُسے منسوب کردیا کرتے تھے۔ اب یہاں یہ ملاحظہ فرمایئے کہ لیبل تراشی کی جو حرکت وہ خود علماے کرام کے خلاف کررہے ہیں، ٹھیک اسی حرکت کا مرتکب وہ زعماے دین کو قرار دیتے ہیں اور یہ لکھتے ہیں:

> ''مُـلّا کے پاس نہ علم ہوتا ہے، نہ بصیرت؛ نہ دلائل ہوتے ہیں، نہ براہین۔ لیکن اس کے پاس ایک خطرناک حربہ ہوتا ہے جس کا جواب فریق مخالف کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ یہ حربہ ہوتا ہے کفر کا فتویٰ یا لیبل۔ وہ دلائل کی بجائے ایک لیبل تراشتا ہے اور فریق مقابل پر چسپاں کردیتا ہے۔''(۴۳)

چنانچہ علماے کرام نے جو لیبل تراشا اور (بقولِ پرویز) اُن پر چسپاں کیا، وہ ہے: منکر سنت اور منکر حدیث ہونے کا لیبل:

> ''یہ حضرات طلوعِ اسلام کے پیش کردہ قرآنی دلائل کا جواب تو دے نہیں سکتے، اس لئے اُنہوں نے اس کے خلاف وہی حربہ استعمال کیا ہے جسے یہ اپنے مخالفین کے لئے شروع سے استعمال کرتے چلے آرہے ہیں۔ اُنہوں نے مشہور کردیا کہ طلوعِ اسلام، منکر حدیث ہے اور اس طرح عوام کے جذبات کو اس کے خلاف مشتعل کردیا۔''(۴۴)

امر واقعہ یہ ہے کہ 'مفکرِ قرآن' کو منکرِ حدیث یا منکرِ سنت کہنا، نہ کوئی لیبل تراشی ہے اور نہ الزام بازی، نہ کوئی طنز ہے اور نہ کوئی گالی، بلکہ یہ صرف امر واقعہ کا اظہار ہے، کیونکہ یہ لوگ خود حجیتِ حدیث کا یہ کہہ کر انکار کردیتے ہیں:

> ''حدیث کا صحیح مقام دینی تاریخ کا ہے۔ اس سے تاریخی فائدے حاصل کئے جاسکتے ہیں، لیکن

(۴۳) طلوع اسلام، ۵ فروری ۱۹۵۵ء، ص۴

(۴۴) طلوع اسلام، ۱۲ فروری ۱۹۵۵ء، ص۳

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دین میں حجت کے طور پر وہ پیش نہیں کی جاسکتی۔''(۲۵)

اس سے یہ بات واضح ہے کہ ان لوگوں کو 'منکر ِحدیث یا منکر سنت' کہنا ہرگز لیبل سازی نہیں ہے، لیکن علما پر لیبل سازی کا الزام، بہ تکرارِ بسیار صرف اس لئے دہرایا جاتا ہے کہ مُـلّا اور ملائیت کے جو لیبل وہ خود تراش چکے ہیں، ان کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول نہ ہوسکے۔

علما کے خلاف فتواے پرویز

لیکن ہمارے 'مفکر ِقرآن' صاحب اس سے آگے بڑھ کر خود ایک لیبل، بصورتِ فتویٰ تراشتے ہیں اور علماے کرام کو 'قرآن سے جاہل' ہی نہیں بلکہ 'منکر ِقرآن' بھی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ وہ صرف اپنی فکر ہی کو قرآنی فکر قرار دیتے ہوئے اپنے مخالف علما کے متعلق یہ لکھتے ہیں :

''لیکن اس آواز کی مخالفت تمام منکرین قرآن کی طرف سے ہوگی۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ مختلف فرقوں کے وہ علما، جوکل تک ناف پر یا چھاتی پر ہاتھ باندھنے کے اختلاف پر، باہمد گر دست و گریباں ہوا کرتے تھے، قرآن کی اس آواز کے خلاف متحدہ محاذ بنا کر کھڑے ہوگئے ہیں۔''(۲۶)

اور یتیم پوتے کی وراثت کے مسئلہ کی آڑ میں، مولانا مودودیؒ پر بطورِ خاص 'منکر ِقرآن' ہونے کا فتویٰ بایں الفاظ رسید کیا:

''طلوعِ اسلام نے اپنی سابقہ اشاعت میں قرآنی دلائل سے یہ ثابت کیا کہ یتیم پوتا اپنے دادا کی وراثت سے محروم نہیں ہوسکتا۔ اس کے جواب میں منکرین قرآن کی طرف سے جو جواب شائع ہوا ہے، وہ ملاحظہ فرمائیے۔''(۲۷)

چونکہ اس کے بعد جس جواب کو مقتبس کیا گیا ہے، وہ مولانا مودودیؒ ہی کا جواب ہے، اس لئے یہ فتویٰ یا لیبل اُن ہی پر چپکایا گیا ہے۔ چنانچہ پرویز صاحب علماے کرام کے دین اسلام کو (جو قرآن وسنت پر مبنی ہے) زمانۂ قبل از نزولِ قرآن کے اہل کتاب کا مذہب قرار دیا کرتے تھے، یا اسے ایرانیوں کا تراشیدہ 'عجمی اسلام' کہا کرتے تھے اور خود ان علما کو اپنے 'قرآنی فتویٰ' کی روشنی میں 'منکر قرآن' قرار دیا کرتے تھے، اس لئے وہ ان سے ایسا اندازِ

(۲۵) مقام حدیث: ص۹۲
(۲۶) طلوع اسلام، نومبر۱۹۵۲ء، ص ۸
(۲۷) طلوع اسلام، اکتوبر۱۹۵۲ء، ص ۵۸

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

تخاطب اختیار کیا کرتے تھے جو کفار ہی کے لئے سزاوار ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر علما کے لئے لفظ 'مولانا' کے استعمال کو موہم شرک قرار دیتے ہوئے، یہی انداز اختیار کیا گیا ہے:

''کیا ہی اچھا ہو کہ اپنے آپ کو علماے دین کہلانے والے اس لفظ کا سوچ سمجھ کر استعمال کریں، والسلام علی من اتبع الهدیٰ''[۲۸]

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر سی گفتگو اُس فتواے کفر پر بھی ہو جائے جو علماے کرام کی طرف سے ۱۹۶۲ء میں پرویز صاحب پر عائد کیا گیا تھا:

پرویز کے خلاف فتواے کفر

یہ فتویٰ تقریباً ایک ہزار علما کی طرف سے جاری ہوا تھا۔ اسے 'مفکرِ قرآن' صاحب کی کفر کی حد تک پہنچی ہوئی فکری اور اعتقادی گمراہیوں کی پوری پوری چھان بین اور وضاحت کے بعد جاری کیا گیا تھا۔ خود مفتی محمد شفیع صاحب نے اس وضاحت کو بایں الفاظ پیش کر دیا تھا:

''جہاں تک آپ کے موقف و مسلک کے خلاف دلائل و براہین کا تعلق ہے، متعدد اہل علم، عرصۂ دراز سے وقتاً فوقتاً شرح وبسط کے ساتھ اور مختلف عنوانات سے اُنہیں پیش کر کے آپ کو متوجہ کرنے کی سعی کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ اس موضوع پر معتدبہ لٹریچر جمع ہو گیا ہے جس سے آپ ناواقف نہ ہوں گے۔ میری جانب سے ان مسائل پر بحث و مباحثہ اور ردّ وقدح کا ایک نیا سلسلہ نہ کچھ نتیجہ خیز معلوم ہوتا ہے، نہ میرے قویٰ اور مشاغل اس کی چنداں اجازت دیتے ہیں۔ اگر ان مسائل پر ہر اعتبار سے ایسے مؤثر اور مدلل انداز میں، جو طالبِ حق کے لئے کافی ہونا چاہئے، حق کی وضاحت نہ ہو سکی ہوتی تو شائد اپنی تمام معذوریوں کے باوجود اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اپنی بصیرت و بضاعت کی حد تک ان مسائل پر جو آپ نے اس مکتوب میں چھیڑے ہیں، ضرور کچھ لکھتا، لیکن نہ اس کی افادیت نظر آتی ہے، نہ ضرورت۔''[۲۹]

دیگر علماے کرام کے علاوہ سب سے آخری وضاحت جس نے پوری طرح پرویز صاحب (اور ان کے مقلدین) کی کافرانہ ضلالتوں کو نہ صرف بے نقاب کر دیا تھا بلکہ مکمل طور پر اتمامِ حجت بھی کر ڈالی تھی، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی طرف سے تھی۔ جو 'ترجمان القرآن' ستمبر ۱۹۶۱ء

[۲۸] طلوع اسلام، اپریل ۱۹۷۲ء، صفحہ ۴۰
[۲۹] طلوع اسلام، اپریل ۱۹۶۲ء، ص ۶۵

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

کے 'منصبِ رسالت نمبر' پر مشتمل تھی۔

'مفکرِ قرآن' کا ردّعمل

جناب پرویز صاحب کا پہلا ردّعمل یہ تھا کہ جن عبارتوں پر فتواے کفر کی اساس تھی، ان کے علاوہ اُنہوں نے کچھ ایسی اپنی عبارتیں پیش کیں جن پر اُن کے بقول فتویٰ عائد نہیں ہوتا اور اس طرح یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مفتیانِ کرام نے جملہ عبارات کو پیش نظر رکھ کر دیانتداری سے فتویٰ نہیں دیا جبکہ اصل حقیقت اس عذرِلنگ کی یہ ہے کہ 'مفکر قرآن' صاحب کا پورا لٹریچر مداری کی ایسی پٹاری ہے جس میں تضادات کا وافر ذخیرہ ہر وقت موجود رہتا ہے اور 'مفکر قرآن' صاحب جس وقت جس چیز کو مفید مطلب پاتے ہیں، پیش کردیا کرتے ہیں۔ چنانچہ مفتی صاحب کو پرویز صاحب نے جو خط لکھا اس میں یہ شکایت کی تھی کہ

> ''میری تحریروں میں سے ایک ایک، آدھ آدھ فقرہ، اِدھر اُدھر سے اَخذ کرلیا گیا ہے اور اُنہیں مکمل اقتباسات کہہ کر پیش کردیا گیا ہے۔ پھر ان منتشر ٹکڑوں سے جو مفہوم مرتب کیا گیا ہے، وہ بے حد غلط اور گمراہ کن ہے۔''[۳۰]

مفتی صاحب نے اسے علماے کرام پر بہتان قرار دیا اور مزید یہ لکھا کہ

> ''آپ نے پھر خلطِ مبحث کی سعیٔ لاحاصل شروع کردی، اور ایک طویل مراسلہ لکھ مارا، جس کا زیادہ سے زیادہ حاصل یہ ہے کہ آپ نے اپنی ہزاروں صفحات پر پھیلی ہوئی تصانیف میں، متعدد جگہ ذاتِ باری تعالیٰ کے متعلق صحیح تصور بھی پیش کیا ہے۔ معلوم نہیں اس کی ضرورت آپ کو کیوں لاحق ہوئی، اس لئے کہ علما نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ ساری عمر میں آپ نے اپنی تحریروں میں کوئی بات یا کوئی عبارت صحیح لکھی ہی نہیں۔ سوال تو یہ ہے کہ اگر سو جگہ، ایک شخص بالکل صحیح بات کہے اور دس بیس جگہ بالکل غلط اور کافرانہ عقائد کا اظہار کرے تو کیا محض یہ امر کہ اس نے متعدد مرتبہ صحیح بات کہی تھی، اس کو غلط تصورات رکھنے یا شائع کرنے کی ذمہ داری سے بری قرار دے دے گا؟ آخر مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی تو متعدد جگہ اپنے آپ کو غیر نبی ہی قرار دیا ہے، صرف چند ہی مقامات ایسے ہیں جہاں اُس نے نبوت کا دعویٰ پیش کیا ہے۔''[۳۱]

---

[۳۰] طلوع اسلام، مئی، جون ۱۹۶۲ء، ص ۱۴۶ [۳۱] طلوع اسلام، مئی، جون ۱۹۶۲ء، ص ۱۴۶ تا ۱۴۷

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

فتویٰ کی اتھارٹی

فتوائے کفر پر اپنے ردّعمل ہی کے سلسلہ میں 'مفکر ِقرآن' صاحب نے علمائے کرام کے خلاف یہ سوال بھی اٹھایا تھا کہ

''ان حضرات (یا کسی اور) کو یہ اتھارٹی کہاں سے مل جاتی ہے کہ وہ کسی کے کفر اور اسلام کا فیصلہ کردیں؟ علما کے معنی یہ ہیں کہ انہوں نے کسی مذہبی مدرسہ سے کچھ کتابیں پڑھی ہیں، تو کیا ان کتابوں کے پڑھ لینے سے کسی کو یہ حق حاصل ہوجاتا ہے کہ وہ جسے چاہیں کافر قرار دے دیں۔'' (۴۲)

لیکن معلوم نہیں کہ ہمارے 'مفکر ِقرآن' صاحب کو کسی مذہبی مدرسہ سے کچھ کتابیں پڑھے بغیر ہی یہ اُتھارٹی کہاں سے مل گئی کہ وہ علمائے کرام پر 'منکرین قرآن' ہونے کا فتویٰ رسید کریں اور ان کے مبنی برقرآن وسنت دین کو دورِ نزول قرآن سے قبل اہل کتاب کا مذہب قرار دیں، اور کراچی کی سابقہ بزمِ طلوعِ اسلام کے ان اراکین پر 'منافق' ہونے کا فتویٰ عائد کریں جن کو میزان پبلی کیشنز کے جھگڑے میں اس دن بزمِ طلوعِ اسلام سے دربدر اور جلاوطن کردیا گیا تھا جسے طلوعِ اسلام کی تاریخ میں خود 'مفکر قرآن' صاحب نے 'یوم الفرقان' قرار دے رکھا ہے۔ کیا اُنہوں نے میاں عبدالخالق اور حافظ برکت اللہ وغیرہ کے سینوں کو چاک کرکے یہ دیکھ لیا تھا کہ وہاں نفاق ہی نفاق پایا جاتا تھا؟ یا اپنے ہم نام مرزا غلام احمد آنجہانی، متنبّی دورِ حاضر کی طرح اُنہیں بھی وحی پانے کا دعویٰ ہے؟ اگر یہ دونوں باتیں ہیں تو پھر کیا وہ 'مزاج شناس خدا' تھے جس کی بنا پر 'منافقین قرآن' کے باطن ان پر روشن اور بے نقاب ہوچکے تھے؟

فتویٰ اور حکومتی ذمہ داری

علمائے کرام کی طرف سے جاری ہونے والے فتویٰ پر 'مفکر ِقرآن' کا تیسرا ردّعمل مندرجہ ذیل الفاظ میں مذکور ہے:

''باقی رہے مفتی، سو اِسلامی سلطنت میں یہ ایک منصب تھا جس پر کوئی شخص، حکومت کی طرف سے تعینات ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ کوئی مفتی نہیں ہوتا تھا۔ جس طرح آج کل ایڈووکیٹ

---

(۴۲) طلوع اسلام، اپریل ۱۹۶۲ء، ص ۵۵

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

جنرل یا اٹارنی جنرل حکومت کی طرف سے تعینات ہوتے ہیں اور ہر وکیل اپنے آپ کو نہ ایڈووکیٹ جنرل قرار دے سکتا ہے اور نہ ہی اس منصب کے فرائض سرانجام دے سکتا ہے۔ مفتی کی حیثیت مشیر قانونی کی ہوتی تھی۔ اس کا کام صرف مشورہ یا رائے دینا تھا، فیصلہ کرنا نہیں تھا۔ فیصلہ حکومت خود کرتی تھی یا اس کی طرف سے مقرر کردہ قاضی۔ اب نہ وہ حکومتیں باقی ہیں، نہ ان کی طرف سے مقررہ کردہ مفتی لیکن یہ حضرات ابھی تک اپنے آپ کو ان ہی معنوں میں مفتی سمجھتے ہیں اور صرف مفتی کے فرائض ہی انجام نہیں دیتے بلکہ قاضی کی حیثیت سے فیصلے بھی صادر کرتے ہیں۔''[۴۳]

کیا وابستگانِ طلوعِ اسلام ہمیں یہ بتانے کی زحمت گوارا فرمائیں گے کہ ان کے 'بابا جی' کی طرف سے 'انکارِ قرآن' اور 'نفاق اعتقاد' کے یہ فتوے کس اتھارٹی کی بنا پر صادر ہوئے تھے؟ کیا وہ اس وقت خود حکومت تھے؟ یا حکومت پاکستان کی طرف سے صاحبِ اختیار ہستی تھے جنہیں حکومت نے اس کام کے لئے تعینات کیا تھا کہ وہ لوگوں کے دلوں میں جھانک کر ان کے متعلق ایمان و کفر، یا نفاق و اخلاص کے فیصلے صادر فرمایا کریں۔ (جاری ہے)

---

[۴۳] طلوع اسلام، اپریل ۱۹۶۲ء، ص ۵۵

''نماز دین کا ستون ہے؟'' کیا یہ مفہوم نبی کریم ﷺ سے سنداً ثابت شدہ ہے؟

'محدث' جنوری ۲۰۰۷ء (ص ۳۶) پر مشہور روایت «الصلاة عماد الدين» کی ضعیف الجامع الصغیر کے حوالے سے ضعف کی نشاندہی کی گئی تھی، جبکہ طبرانی میں موجود حدیث کے الفاظ «رأس الأمر الإسلام من أسلم سلم وعموده الصلاة» (دین کا ستون نماز) کو علامہ البانیؒ نے صحیح الجامع الصغیر (رقم ۹۲۶۷) میں صحیح قرار دیا ہے۔ اِصلاح فرمالیں!

توجہ فرمائیں: عذابِ قبر کے حوالے سے گذشتہ شمارے میں شائع شدہ مضمون کا دوسرا حصہ موجودہ شمارہ کی ضخامت کی بنا پر آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ ان شاء اللہ